بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون ۴۹۹۴ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

انّ الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

روزنامہ الفضل ربوہ

خطبہ نمبر — جمعہ و اتوار

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

The Daily ALFAZL RABWAH

قیمت فی پرچہ ۰ پیسے

جلد ۶۸/۳۳ | ۲۸ صفر ۱۳۹۹ھ | ۲۸ صلح ۱۳۵۸ ہش | ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء | نمبر ۲۳

اخبار احمدیہ

• ربوہ ۲۸ جنوری۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی مرسلہ آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ

طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

احباب جماعت التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور ہر لمحہ اپنی خاص تائید و نصرت سے نوازتا رہے۔ آمین

• حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی طبیعت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ طبیعت ٹانگوں میں درد اور کمزوری کی وجہ سے ناساز ہے۔ احباب جماعت دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامل شفا عطا فرمائے۔ اور آپ کا مبارک سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رہے۔ آمین

ہفت روزہ زندگی کی افترا پردازی اور فتنہ انگیزی کی پُرزور مذمت

شائع کردہ کہانی کے یکسر من گھڑت ہونے کا واضح اور حتمی ثبوت

ہفت روزہ "زندگی" لاہور نے اپنے ۵ تا ۱۱ جنوری ۱۹۷۹ء کے شمارہ میں ایک سراسر من گھڑت، جھوٹا اور شر انگیز فسانہ بہت سنسنی خیز انداز میں شائع کر کے یہ تاثر دینے کی انتہائی مذموم کوشش کی ہے کہ گویا بعض احمدی خفیہ طور پر سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور بالخصوص جماعت اسلامی اور اس کی حلیف جماعتوں کو انہوں نے اپنا ہدف بنایا ہوا ہے۔ "زندگی" نے فیاض شاہد نامی اپنے کسی رپورٹر کے اس من گھڑت انکشاف کو جن نہایت جلی اور سنسنی خیز عنوانات کے تحت شائع کیا ہے وہ یہ ہیں:-

"۱۹۷۹ء کا خوفناک منصوبہ"

"قادیانیوں کی بھیانک سازش پکڑی گئی"

رپورٹر مذکور نے ظاہر یہ کیا ہے کہ اسے ایک خفیہ دستاویز کے درمیانی دو ورق ملے ہیں جن سے اس نے بعض احمدیوں کی بعض سیاسی جماعتوں کے ساتھ ساز باز اور ریشہ دوانیوں کی ایک بھیانک سازش کا پتہ لگایا ہے۔

جماعت احمدیہ خالصۃً ایک مذہبی اور امن پسند جماعت ہے۔ سیاست سے وہ کوئی سروکار نہیں رکھتی۔ اس لئے احمدیوں کے کسی سیاسی یا اور کسی نوع کی سازش میں شریک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ "زندگی" نے اپنی طرف سے جو "انکشاف" کیا ہے وہ اس کے فرضی یا اصلی رپورٹر کے دماغ کا اختراع کردہ سفید جھوٹ کا ایک مکروہ پلندہ ہے۔ اس میں سچائی کی معمولی سی رمق بھی نہیں ہے۔ وہ دو ورق جن سے اس نے اپنی مزعومہ "بھیانک سازش" کا پتہ لگایا ہے، رپورٹر مذکور کو کیسے اور کہاں سے ملے؟ اس کی جو تفصیل اس نے درج کی ہے خود اس سے ہی اس کے من گھڑت جھوٹ کی پردہ دری ہو جاتی ہے چنانچہ رپورٹر مذکور یہ تفصیل بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے:-

"۱۸ دسمبر کو میں اپنی موٹر سائیکل پر اسلام آباد جا رہا تھا۔ مری روڈ کے آخری موڑ پر جہاں سڑک اسلام آباد زیرو پوائنٹ کی طرف مڑتی ہے سرخ اشارہ روشن تھا ٹریفک رک گئی اور میں نے بھی موٹر سائیکل کھڑی کر لی۔ ایک موٹر سائیکل سوار میرے آگے نکل کر جس کا نمبر RIF 1573 تھا میرے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ جیک کا کوٹ اور پٹھانوں جیسی گول ٹوپی پہنے ہوئے یہ سوار موٹر سائیکل پر بہت جسیم معلوم ہو رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی داڑھی یا لمبی قلمیں بھی پیچھے سے ہو کر دکھائی دے رہی تھیں صرف کان کے قریب کا حصہ۔ میں نے اس کی ہنڈا 175 موٹر سائیکل کے نمبر کی طرف بھی دیکھا تو وہاں APPLIED FOR لکھا ہوا تھا۔ کیریئر پر دو نیلے رنگ کی فائلیں اور ایک موٹی سی ڈائری بھی رکھی ہوئی تھی۔

میں اتنا ہی دیکھ پایا تھا کہ سبز اشارے نے ٹریفک کو متحرک کر دیا۔ اس کے بعد میں نے موٹر سائیکل سوار سے توجہ ہٹا لی۔ مری روڈ اور زیرو پوائنٹ کے درمیان نصف فاصلہ طے کرنے کے بعد دائیں ہاتھ اوپر کی جانب سے بھی ایک سڑک یہاں ملتی ہے بالکل اسی جگہ اس موٹر سائیکل سے فائلیں اور کاغذات گر گئے۔ تیز رفتاری کے باعث موٹر سائیکل کافی آگے جا کر رکی۔ اتنے میں بے پناہ دھواں چھوڑتی ہوئی ایک اومنی بس وہاں سے گزری جو بکھرے ہوئے کاغذات مزید بکھیر گئی۔ موٹر سائیکل سوار نے بڑی تیزی سے الٹے سیدھے کاغذات سمیٹے اور پھر تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگا۔ میرے وہاں پہنچنے کے دوران میں ایک ویگن گزری تو مجھے ایک کاغذ دائیں جانب اڑتا ہوا نظر آیا۔ میں نے موٹر سائیکل روک کر کاغذ اٹھایا تو قریب ہی مجھے ایک اور ویسا ہی کاغذ ملا۔ میں نے مزید تلاش کی مگر اور کچھ نہ ملا۔ یہ دونوں کاغذ میں نے جیب میں ڈالے اور پھر اس جذبہ سے تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگا کہ شاید مطلوبہ آدمی کو کاغذات دینے میں کامیاب ہو جاؤں لیکن زیرو پوائنٹ تک مجھے اس کی جھلک بھی نہیں دکھائی دی۔ فطری تجسس سے مجبور ہو کر جب یہ کاغذات پڑھے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے"

(باقی ص ۲ پر)

پبلشر مسعود احمد - پرنٹر سید عبدالحی - مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ - مقام اشاعت - دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۸ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز اختتامی خطاب

جماعت احمدیہ قانون کی پابند، نوعِ انسان کی خیرخواہ اور تکبر و فخر سے مجتنب رہ کر ہمیشہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنیوالی ہے

وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مست ہے اور ان سے قطع تعلق کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتی

ہم علیٰ وجہ البصیرت اس یقین پر قائم ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے اس زمانہ میں غلبۂ اسلام کے لئے پیدا کیا ہے

صد سالہ جوبلی منصوبہ کی برکات اور لنڈن میں منعقدہ بین الاقوامی کسرِ صلیب کانفرنس کے شاندار نتائج کا ایمان افروز تذکرہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۸ء کے موقعہ پر ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو جو بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ اس کا مکمل متن قارئین الفضل کے استفادہ کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(محمد انور قریشی شاہد رکن شعبہ زود نویسی ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

دنیا میں ہر جماعت کا کوئی نشان ہوتا ہے کچھ علامات ہوتی ہیں کچھ مزاج ہوتا ہے کچھ صفات ہوتی ہیں۔ اس وقت میں جماعت احمدیہ کے مزاج اور جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو صفات پیدا کی ہیں ان کے متعلق پہلے کچھ مختصر بیان کروں گا۔

جماعت کی
پہلی نمایاں صفت

یہ ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی عاجز اور منکسر المزاج جماعت ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو عاجزانہ راہیں پسند ہیں۔ اور جو چیز ہمارے محبوب خدا کو پسند ہے وہی ہمیں بھی پسند ہے۔ اس لئے ہم احمدی عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے والے ہیں اور ہمارے دلوں میں کبھی

تکبر اور فخر کے جذبات

پیدا نہیں ہوتے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات میسر آتے ہیں اور وہ بے حد و شمار ہیں۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری کسی خوبی کے نتیجہ میں ہمیں خدا کی طرف سے نہیں ملے۔ بلکہ یہ محض اس کا فضل ہے کہ اس نے اپنے ان انعامات سے ہمیں نوازا ہے۔

دوسری صفت

یہ ہے کہ ساری دنیا سے پیار کرنا اور ان کے لئے محبت کے جذبات رکھنا جماعت احمدیہ کا شعار ہے اور یہ محض زبان کا دعوےٰ نہیں بلکہ ہمارے اعمال کا ہر پہلو اس بات پر شاہد ہے کہ ہم نوعِ انسانی سے پیار کرنے والے اور اس کی خیرخواہی کرنے والے ہیں اور دنیا کا کوئی انسان نہیں جس سے ہمیں دشمنی ہو۔ دشمنی کسی سے نہیں اور پیار کا جذبہ اور خیرخواہی کا جذبہ ہر ایک کے لئے ہے۔ اور میں نے بڑا غور کیا اور بڑا مشاہدہ کیا۔ دنیا میں سب سے زیادہ طاقت خدا تعالیٰ نے جس کو دی ہے وہ پیار ہے۔

انسانی تاریخ میں

کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ نفرتیں آخر کار کامیاب ہوئی ہوں بلکہ ہم نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ پیار و محبت کے حامل اور علمبردار لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمتوں سے نوازا اور انسان کے خادموں سے خدا تعالیٰ نے پیار کیا۔ انسان کے دشمنوں سے اس نے پیار نہیں کیا اور نہ ہی اپنی برکتوں سے انہیں نوازا۔ جب ہم کسی چیز کے متعلق بولتے ہیں تو صوتی لہروں کے ساتھ ہماری جذباتی لہریں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ جب میں عیسائیوں اور دہریوں سے یورپ میں بات کرتا ہوں۔ اور یہ بات ان سے بیان کرتا ہوں کہ اسلام نے ہمیں محبت کرنا سکھایا ہے نفرت کرنا نہیں سکھایا۔ تو ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

تیسری صفت

جو جماعت میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ یہ ایک امن پسند جماعت ہے جو قانون شکنی نہیں کرتی۔ اور فساد خواہ کسی رنگ میں بھی پایا جائے اس میں حصہ دار نہیں بنتی۔ قانون کا احترام کرتی ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی

محبت اور محمد مصطفےٰ اللہ علیہ وسلم کے عشق سے کوئی قانون نہ ٹکرائے تو وہ قانون کی پابندی کرتی چلی جائے گی۔ اور جہاں تک ہم نے دیکھا ہے اور آج کی دنیا کا مطالعہ کیا ہے۔ انسان جان بوجھ کر ایسے قوانین نہیں بنا رہا۔ جو دوسرے انسانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے والے ہوں لیکن بعض دفعہ ایسے استثناء پائے جاتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں قانون چلانے والے ہیں افریقہ میں، انگلستان میں یورپ میں امریکہ میں، جزائر وغیرہ میں۔ میں ساری دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے متعصب ہوتے ہیں جو قانون کا غلط استعمال کرتے اور بعض لوگوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن وہ قومیں جن میں ایسا واقعہ ہوتا ہے اسے پسند نہیں کرتیں۔ مثلاً میرے اسی سفر کے دوران جب میں نے

مغربی افریقہ جانے کا پروگرام

بتایا تو نائیجیریا کے ایک افسر نے بلاوجہ اپنے بالا افسروں سے غلط باتیں بیان کر کے وقتی طور پر یہ حالت پیدا کر دی کہ نائیجیریا نے ویزا دینے کے بعد ہمارا ویزا واپس لے لیا، اور پھر چند دن کے بعد انہوں نے معذرت بھی کر دی کہ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ ایسا ہوا۔ اور ہم خوش نہیں ہیں کہ ہم میں سے کسی شخص نے اس قسم کے حالات پیدا کئے۔ اب وہ اس سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ اس کا ہمیں علم نہیں۔ نہ ہمارا اس سے کوئی تعلق ہے۔ اور نہ ہم کسی کی بدخواہی کرتے ہیں۔ اس لئے اگر وہ اس شخص کو معاف ہی کر دیں۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ اسی میں اس کی بھی اور اوروں کی بھی بہتری ہے۔

میں یہ بتا رہا ہوں کہ قانون کا اجراء کرنے والے بعض دفعہ غلطی کرتے ہیں لیکن اس مہذب دنیا میں غلط قسم کے قانون نہیں بنائے جا رہے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ اگر بنائے جاتے ہیں تو اس کے لئے بہت سے

عقلی اور اخلاقی دلائل

دیئے جاتے ہیں کہ یہ قانون ہے اور اس کے پیچھے عقل یہ کہتی ہے اور اخلاقی اقدار یہ کہتی ہیں۔ مثلاً ساؤتھ افریقہ اس ملک میں بسنے والے افریقنز کا ملک ہے اور ہمارے نزدیک سفید فام اقوام کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کے ملک پر غاصبانہ قبضہ جمائے رکھیں۔ مثلاً ۱۹۷۰ء کے دورے میں جب میں افریقہ سے لندن واپس آیا۔ تو اس وقت وہاں امیگریشن (immigration) کے بارے میں بڑا چرچا تھا کہ لوگ زیادہ آ رہے ہیں ان کی آمد کا سلسلہ بند کیا جائے۔ وہاں جانے والوں میں ہمارے علاقے اور ہمارے ملک کے لوگ بھی تھے۔ اور دوسرے ممالک سے بھی آئے ہوئے تھے۔ غیر ملکیوں نے کہا کہ اس کے منہ سے نکلوائیں کہ انگریز غیر ملکیوں پر بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اور پھر اسے ساری دنیا میں پھیلائیں۔ مجھے پہلے پتہ لگ گیا۔ میں نے انہیں کہا کہ جو بات سچی سمجھتا ہوں میں تو اسی کا اظہار کروں گا تمہارے مطلب کی بات نہیں کروں گا۔ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں میں تو مذہبی آدمی ہوں اور

سچ بولنا میرا شعار ہے

اور میرا فرض ہے اور میرا طرۂ امتیاز ہے۔ میں ڈپلومیسی استعمال نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں نے انہیں کہا کہ ایسے سوال نہ کریں لیکن انہوں نے سوال کر دیا۔ چنانچہ جب انہوں نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ انگریز ہم لوگوں کو اپنے ملک میں آنے نہیں دیتے آ جائیں تو ٹھہرنے نہیں دیتے۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ تو میں نے جواب میں کہا کہ بات یہ ہے کہ

انگلستان کا جزیرہ

انگلستان میں بسنے والوں کا ہے، انگریز کا ملک ہے اگر وہ تمہیں یہاں رہنے دیں تو یہاں رہو۔ اگر وہ کہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ تو یہاں سے چلے جاؤ۔ لیکن میں نے انہیں کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتا دیتا ہوں۔ اگر تم ان کے دل جیتنے میں ناکام رہو تو تمہارا کوئی حق نہیں ہے کہ یہاں رہو۔ اور اگر تم ان کے دل جیتنے میں کامیاب ہو جاؤ تو وہ تمہیں ہرگز یہاں سے نہیں نکالیں گے۔ پھر کسی نے مجھ سے سوال کیا کہ ساؤتھ افریقہ کے متعلق کیا خیال ہے۔ میں نے کہا کہ ساؤتھ افریقہ، ساؤتھ افریقنز کا ہے۔ وہاں انگریز کو رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر افریقن کہیں کہ انگریز وہاں سے چلا جائے تو ان کو وہاں سے واپس آ جانا چاہیئے۔ اور اگر یہ ان کے دل نہیں جیت سکتے تو ان کو وہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن اگر یہ ان کے دل جیت لیں۔ اور وہ اپنی خوشی اور پیار سے انگریز کو سفید فام کو وہاں رکھنے کے لئے تیار ہوں۔ تو پھر کسی اَور کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

غرض جس وقت دنیوی عقل اور کم عقلی کا مرکب

غلط قسم کے قانون

بناتا ہے تو اس کے لئے بھی جواز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عقلی جواز بھی اور اخلاقی جواز بھی۔ مثلاً ساؤتھ افریقہ سمجھے گا کہ یہ لوگ بڑے بیک ورڈ (Back ward) اور ترقی یافتہ نہیں ہیں۔ اس لئے ہم ان کی خدمت کے لئے یہاں بیٹھے ہیں۔ کوئی گھر اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک شخص آ کر ان کو کہے کہ میں زبردستی تمہاری نوکری کروں گا۔ انسانی ضمیر

زبردستی کی نوکری

کو برداشت ہی نہیں کرتی۔ اگر وہ خدمت نہیں لینا چاہتے۔ تو تم کیوں زور دے رہے ہو خدمت کرنے پر یا باہر نکل آؤ۔ بہرحال وہ اس قسم کی باتیں بناتے ہیں۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں لیکن آج دنیا کی ضمیر بیدار ہو چکی ہے۔ اگر کسی جگہ غلط قسم کی عقلی دلیلیں دے کر اور اخلاقی اقدار بیان کر کے غلط قسم کے قوانین بنائے جائیں تو پھر اس کے خلاف شور اٹھتا ہے۔ اور ایسے ملکوں پر دباؤ ڈالے جاتے ہیں کہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ گو انسان بحیثیت مجموعی ابھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ جہاں اس قسم کی اصلاحوں کی ضرورت ہو وہ یہ

اصلاح کرنے میں کامیاب

ہو سکے۔ کیونکہ دھڑا بندی ہے اور spheres of influence میں اور کچھ بڑی قومیں ظالم کے ساتھ مل جاتی ہیں۔ اس لئے جو بڑی قومیں مظلوم کی

مدد کرنا چاہتی ہیں وہ پوری طرح مدد نہیں کرسکتیں۔ یہ حالت ہمیں آج کی دنیا میں نظر آرہی ہے۔ لیکن اندر سے یہ چیز بھی نظر آرہی ہے کہ ان کے دل سے یہ نکل رہا ہے کہ اگر تم نے غلط قانون بنانا ہے تو اس کے لئے بھی ملمع سازی سے اور ڈپلومیسی سے کوئی جواز پیدا کرنے کی کوشش کرو ورنہ دنیا میں شور پڑ جائے گا۔

بہرحال

جماعت احمدیہ کا یہ طرۂ امتیاز ہے

میں جماعت احمدیہ کہہ رہا ہوں کیونکہ میرے مخاطب صرف پاکستان کے احمدی نہیں بلکہ ساری دنیا میں بسنے والے احمدی ہیں کہ وہ قانون کی پابندی کرنے والی اور اخلاقی اقدار اپنے اندر پیدا کرنے والی جماعت ہے۔ ۱۹۷۶ء میں میں امریکہ گیا وہاں ایک شہر ڈیٹن ہے اس میں بھی گیا۔ وہاں کثرت کے ساتھ افریقہ سے غلام بنا کر لے جائے گئے لوگوں کی اولادیں آباد ہیں اگرچہ اب وہ آزاد ہیں غلام نہیں رہے۔ لیکن ان کی اخلاقی حالت اچھی نہیں۔ ان کا میئر سفید فام نہیں بلکہ افریقنوں میں سے ہی ہے اچھا پڑھا لکھا اور ہوشیار آدمی ہے۔ مجھے کہنے لگا کہ ہم آپ سے بہت خوش ہیں کہ آپ نے اخلاقی لحاظ سے ان لوگوں کی زندگی بدل دی ہے جنہوں نے احمدیت کو قبول کیا اور کہنے لگا کہ آج تک کسی احمدی کے خلاف اخلاقی لحاظ سے ایک شکایت بھی ہمارے پاس نہیں آئی اور دوسروں کے متعلق تو ہر روز بیسیوں بلکہ بعض دفعہ سینکڑوں شکایات آجاتی ہیں اور ہم آپ کے بڑے ممنون ہیں کہ آپ ہماری مدد کر رہے ہیں اور ہمارے معاشرے کو گند اور برائیوں سے صاف کر رہے ہیں۔ غرض میں ساری دنیا کے احمدیوں کے متعلق بات کر رہا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی ایک صفت اور اس کے مزاج کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ قانون شکنی نہیں کرتی۔ اور نیکی کے کاموں میں اور

قوم کے مفاد کے لئے

جو منصوبے بنائے جاتے ہیں ان میں حاکم وقت کے ساتھ پورا تعاون کرتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کے یہ معنے کرے کہ کوئی احمدی اپنے اس قدر پیار کرنیوالے رب کریم سے کسی کے کہنے پر قطع تعلق کرلے گا۔ یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے محسن اعظم کو جس کے احسانوں کے جلوے روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں ایک عقلمند انسان اپنی زندگی میں دیکھتا ہے چھوڑ دیگا تو یہ غلط فہمی پیدا ہی نہیں ہونی چاہیئے اور ہمیں ایک دوسرے کو کچھ کہنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہر احمدی

خدا تعالےٰ کے فضل سے

خود سمجھتا ہے۔ احمدی کہتے ہی اسے ہیں جو اللہ (جسے قرآن کریم نے پیش کیا ہے) کی محبت میں اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم (جن کی عظمت اور جلال کو قرآن عظیم نے بڑی شان سے بیان کیا ہے) کے عشق میں مست آگے سے آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔

اور بھی بہت سے پہلو ہیں لیکن یہ تین چار باتیں کہنے کے بعد اب میں جو بہت سے کام ہمیں کرنے ہیں ان کاموں کے متعلق اور دنیا کے حالات کے متعلق کچھ باتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔

۱۹۷۳ء کے جلسہ میں میں نے ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے ایک قدم جو جماعت کو اٹھانا چاہیئے اس کا ذکر کرتے ہوئے جو صدی گزر رہی ہے اس کی جوبلی، اور یہ کہتے ہوئے مجھے زیادہ لذت آتی ہے کہ

اپنی زندگی کی دوسری صدی

کے استقبال کے لئے ایک منصوبہ پیش کیا تھا۔ استقبال کے لئے اس لئے کہ خدا تعالےٰ نے جو لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (الصف آیت ۱۰) میں اور قرآن کریم میں سینکڑوں دوسری جگہ بتایا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور بزرگانِ امت کو جو وحی اور کشوف اور رؤیا میں بتایا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالےٰ سے جو علم پایا۔ اس کو سامنے رکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہماری زندگی کی دوسری صدی ساری دنیا میں اسلام کے غالب آجانے کی صدی ہے۔ اس واسطے جس صدی میں اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے غلبۂ اسلام عملاً ہوجائے گا۔ اس عظیم صدی کا ہمیں استقبال کرنا چاہیئے۔ یہ ایک منصوبہ ہے اور وقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور منصوبے بھی ذہن میں ڈالتا ہے۔ جو وقت وقت پر آپ کو بتا دیئے جاتے ہیں۔ اس منصوبے کی بہت سی شاخیں ہیں۔ مثلاً یورپ کے جن ممالک میں مساجد اور ہمارے مرکز یعنی مشن ہاؤسز نہیں بنے۔ وہاں مساجد اور مشن ہاؤسز بنا دیئے جائیں تاکہ یورپ کے ہر ملک میں

خدا تعالےٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے

جماعت احمدیہ کا مرکز قائم ہوجائے۔ اور ہمارا مبلغ وہاں بیٹھے اور لوگوں سے تبادلہ خیال کرے۔ اور ہر روز کے بدلتے ہوئے حالات میں ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق ان سے اسلام کی باتیں کرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کی سمجھ کے مطابق بات کیا کرو۔ ہر ملک کا اپنا مزاج ہے۔ اٹلی کا مزاج اور ہے اور سکنڈے نیوین کنٹریز کا مزاج اور ہے۔ ہر مبلغ اپنے اپنے ملک کے حالات کے مطابق ان سے بات کریگا۔ اور اسلام کی بنیادی حقیقتوں کو محفوظ رکھتے ہوئے ان کے بیان میں فرق کرجائے گا۔ مثلاً اسلام نے کہا ہے کہ سچ بولو اور ہم نے ہمیشہ سچ بولنا ہے لیکن سچ بولنے کے الفاظ اور طریقہ اور وقت کا انتخاب وغیرہ بہت سی چیزوں میں فرق آجاتا ہے۔ ایک قوم کے سامنے اگر اخبار میں سچ بولا جائے اور اس کی اشاعت کی جائے۔ انٹرویو دیئے جائیں۔ پریس کانفرنسز کی جائیں تو وہ اس کی طرف زیادہ توجہ دیتی ہے اور ایک قوم ہے اس سے اگر زبانی باتیں کی جائیں یا سارے ہی حربے استعمال کئے جائیں تو وہ توجہ کرتی ہے۔ بہرحال ایک منصوبہ یہ ہے کہ یورپ کے ہر ملک میں مشن قائم ہوجائیں ابھی ابھی بہت سی چھوٹی چھوٹی ٹیکنیکل اور قانونی دشواریاں بھی ہیں۔ اوسلو میں ہم دو سال سے زمین لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر میونسپلٹی کسی کو کوئی جگہ دے۔ صرف مسلمانوں کو یا ہمیں مسجد اور مشن ہاؤس بنانے کے لئے نہیں یا کسی بھی مذہبی مقصد کے لئے ہی نہیں بلکہ کسی کا بھی کوئی پبلک جگہ بنانے کا پروگرام ہو۔

اور وہ کہیں کہ ہمارے پاس یہ جگہ ہے جو ہم دے سکتے ہیں تو پہلے وہ اس کا سروے کرتے ہیں اور پھر اخبار میں اعلان کرتے ہیں اور اس جگہ کے ارد گرد بسنے والے لوگوں کو قانون نے یہ حق دیا ہے کہ اگر تم نے کوئی اعتراض کرنا ہے کہ اس جگہ کو فلاں وجہ سے پبلک جگہ نہ بنایا جائے تو اعتراض کردو اور پھر کوئی نہ کوئی اعتراض ہو جاتا ہے لندن میں ہم نے خود سنا ہے کہ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جی ہمارے ہمسائے کے پاس ایک کتا ہے۔ وہ بھونکتا ہے اور ہمیں ڈسٹرب (Disturb) (ڈسٹرب) کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ہم میاں بیوی اکیلے خاموش زندگی گزارنے کے عادی ہیں اور ہمارے ہمسائے کے تین بچے ہیں جو شور کرتے ہیں۔ (بچوں نے تو شور کرنا ہی ہے) ان بچوں کے شور سے ہمیں نجات دلائی جائے۔ میرے نزدیک ان کے دماغ غلط طرف بھی چل پڑے ہیں۔ بہر حال ان کو قانون نے یہ اجازت دی ہے کہ اگر کسی نے کوئی objection (اوبجکشن) کرنا ہے کوئی اعتراض کرنا ہے تو وہ فیصلے سے پہلے بتا دے۔ پھر اگر وہ اس قسم کے اعتراض ہوں جو قابل قبول نہیں ہیں تو وہ خود ہی فیصلہ کر دیتے ہیں اور اگر کسی جگہ ان کو وزن نظر آئے یا یہ نظر آئے کہ اگر ہم نے یہ نامعقول بات نہ مانی تو احتجاج بھی ہو سکتا ہے تو پھر وہ ان کو بلا کر بات کرتے ہیں اور

سمجھانے کی کوشش

کرتے ہیں کہ تمہارا خیال غلط ہے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی وغیرہ۔ اس قسم کی اور بہت سی روکیں ہوتی ہیں۔ اور اوسلو میں بھی اس قسم کی روکیں پیدا ہوئیں ہم ایک دو جگہ اور کوشش کر رہے ہیں

اس سفر میں میری توجہ اس طرف بھی گئی کہ جن ممالک میں ابھی تک ہماری مساجد اور مشن ہاؤس نہیں ہیں وہاں مسجد اپنے وقت پر بن جائے گی۔ لیکن فی الحال کسی مناسب جگہ پر کوئی مکان خرید لیا جائے جو اس ملک کی جماعت احمدیہ کی ملکیت ہو۔ ملک ملک جماعت احمدیہ آزاد ہے۔ اور وہ خرید سکتے بھی ہیں وہ اپنے چندے اکٹھے کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے وہ بہت کوشش کرتے ہیں۔ میرا دل تو یہی کرتا تھا کہ میرے لندن چھوڑنے سے پہلے ان سارے ملکوں میں مکان خرید لئے جائیں اور اس وقت یورپ کے مختلف ممالک کی جماعتوں کے پاس ان کے اپنے چندے اتنے ہیں کہ اس میں کوئی روک نہیں تھی۔ ہم نے یہاں سے تو پیسہ بھیجنا نہیں انہوں نے ہی ایک دوسرے کی مدد کر کے خریدنا ہے۔ لیکن اس وقت تک ابھی مناسب جگہ پر مناسب قیمت پر کوئی مکان نہیں ملا تھا۔ ایک ملک جس کو ہم نے بوجہ چھوٹا ہونے کے چھوڑا ہوا تھا بلجیم ہے۔ فرینکفرٹ میں بلجیم کی کونسلیٹ کے انچارج مجھے ایک موقع پر ملے اور کہنے لگے کہ آپ نے ہمارا ملک کیوں چھوڑا ہوا ہے۔ سارے یورپ میں صرف ایک ہمارا ملک ہے جس نے یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ

مسلمانوں کے باہمی فیصلے

اسلامی فقہ کے مطابق ہوں گے ملکی قانون کے مطابق نہیں ہوں گے۔ ہم نے آپ کا اتنا خیال رکھا ہے لیکن آپ نے ہمارے ملک کو چھوڑ ہی

دیا ہے اور سوچ ہی نہیں رہے کہ یہاں بھی مشن قائم ہو۔ چنانچہ میں نے وہاں آدمی بھیجا کہ پتہ کرو۔ اس کے بعض حصے فرانسیسی بولنے والے بھی ہیں میرا خیال تھا کہ اس علاقہ میں جو فرانسیسی بولنے والا ہے اس وقت ہم کوئی مناسب مکان لے کر اپنا مبلغ بھیج دیں اور وہ وہاں جا کر کام کرے

دوسرے اس وقت یورپ اور امریکہ اور افریقہ بلکہ مجھے یوں کہنا چاہیئے کہ ساری دنیا جماعت احمدیہ سے یہ مطالبہ کر رہی ہے اور اس مطالبے میں شدت پیدا ہو رہی ہے کہ ہمیں قرآن کریم کے تراجم دو اور ساری دنیا میں قرآن کریم کے تراجم پہنچانا بڑا وقت چاہتا ہے۔ اور بڑی محنت چاہتا ہے اور بڑی قربانی چاہتا ہے اور بڑا منصوبہ چاہتا ہے۔ ہر ملک کا اپنا مزاج ہے اور پڑھنے کے لحاظ سے اپنی عادتیں ہیں۔ میں مثال میں غیر مذہبی کتب لے لیتا ہوں جس قسم کی چھپی ہوئی کتاب کے متعلق ہمارے ملک میں کہیں گے کہ بڑی اچھی چھپی ہوئی ہے اور پڑھنے والے بڑے شوق سے خریدیں گے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ پڑھنے والے ہمارے ملکوں میں کم ہی ہیں، بہر حال وہ کہیں گے کہ اس کی بہت اچھی اور

معیاری کتابت اور طباعت

ہوئی ہے وہ کتاب جس وقت یورپ میں جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بہت ہی ردی چھپائی اور کتابت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی قیمتی چیز نہیں ہے۔ ان کی اپنی عادتیں ہیں۔ مغربی افریقہ کے ایک ملک کی جماعت احمدیہ نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور میرے خیال میں انہوں نے یہی غلطی کی غالباً ان کے پاس پیسے نہیں ہوں گے انہوں نے بہت کم تعداد میں چھپوایا۔ انہوں نے اپنے ملک میں نہیں بلکہ باہر کے ایک ملک میں جہاں ان ملکوں کے لئے لٹریچر بہت اچھا چھپتا ہے پانچ ہزار کی تعداد میں چھپوایا۔ اور اس قرآنی ترجمہ کی ایک کاپی بطور نمونہ میرے پاس لندن بھیجی اور ساتھ ہی یہ خط بھیجا کہ یہ تو ختم ہو رہا ہے ہمیں فوری طور پر دوسرے ایڈیشن کے لئے خط لکھنا پڑ رہا ہے۔ ہمارے تراجم بہت مقبول ہیں۔ دن کے وقت بھی مقبول ہیں اور رات کے وقت بھی مقبول ہیں۔ یعنی ایسے لوگ بھی ہیں جو دن کی روشنی میں آکر قرآن کریم لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس ترجمہ سے جو آپ نے کیا ہے ہمیں تسلی ہوتی ہے۔ اور ایسے بھی ہیں جو دن کے وقت آتے ہوئے شرماتے ہیں یا ڈرتے ہیں۔ اور رات کو اندھیرے میں چھپکے سے آتے ہیں۔ کہتے ہیں کسی کو بتانا نہ لیکن اس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں ہے

قرآن کریم کا ترجمہ

دے دو۔ دونوں قسم کے لوگ ہیں یورپ اور امریکہ میں رات کو آنے والے میرے خیال میں کم ہی ہوں گے یا نہ ہوں گے لیکن

افریقہ کے ممالک

میں بہت سے ایسے بھی ہیں ہمارے پاس خبریں آتی رہتی ہیں

بہر حال یہ ایک کام کرنا ہے۔ اگلی صدی کے آنے سے پہلے یہ کام شروع ہو جانا چاہیئے تا کہ جس وقت وہ صدی آئے اور خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے اور کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگیں اور آپ سے آکر کہیں کہ ہمیں اسلام کے متعلق کتابیں دو، قرآن کریم کے تراجم دو، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دو، اسلام نے بچوں کو جو تعلیم دی ہے اور اسلام نے جو اخلاق سکھائے ہیں، اس کے متعلق ہمیں لٹریچر دو۔ تو ہم یہ کتابیں انہیں مہیا کر سکیں ہزاروں کتابوں کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ ہمیں یہ جواب دینا پڑے کہ وہ تو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے کس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت اس یقین پر قائم ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے غلبۂ اسلام کے لئے پیدا کیا ہے اور اگر ہم نے اس کے مطابق کام نہ کیا تو، (اللہ محفوظ رکھے) یہ خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے آنے والی بات ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جتنا ہم کر سکتے ہیں وہ ہمیں کر دینا چاہیئے۔

ہمارا خدا بڑا پیار کرنے والا ہے

خُدا یہ نہیں کہتا کہ جتنے کی ضرورت ہے وہ کرو بلکہ خدا یہ کہتا ہے کہ جتنے کی طاقت ہے وہ کرو اور ضرورت اور طاقت کے درمیان جو فرق ہے وہ میں پورا کروں گا۔ اور سارے کا ثواب تمہیں دے دوں گا وہ مفت کا ثواب دیتا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ جتنی طاقت ہے وہ کرو۔

امریکہ کی بڑی آبادی ہے میں نے انہیں کہا کہ پہلا قدم یہ ہے کہ دس لاکھ قرآن کریم کا ترجمہ امریکہ میں تقسیم کیا جائے۔ فروخت کیا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے کہ لائبریریاں خریدیں۔ بہت بڑا منصوبہ ہے۔ کئی سال ہوئے میں نے اس کا اعلان کیا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس کے لئے پیسے کہاں سے آئیں گے۔ چنانچہ جب میں نے جائزہ لیا تو مجھے معلوم ہوا کہ خود امریکہ کی جماعت کے پاس اتنی رقم ہے کہ اگر وہ دس لاکھ کے بیس حصے کر کے ۵۰ - ۵۰ ہزار کا پہلی منگوائی چلی جائے اور بکتی چلی جائے (کچھ مفت دے اور کچھ بیچے) اور جب وہ رقم واپس آجائے تو پھر ۵۰ ہزار اور لے لے تو اس طرح چار پانچ سال کے اندر وہ دس لاکھ قرآن کریم تقسیم کر سکتی ہے۔ اور یہ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک دفعہ دس لاکھ امریکنوں کے ہاتھ میں آپ قرآن کریم کی دس لاکھ کاپیاں دے دیں تو اس کی مانگ بڑھ جائے گی۔ ایک شخص کا دوست دیکھے گا وہ مانگے گا۔ اگر باپ کو دلچسپی ہوگی تو اس کے گھر تین چار بچے پڑھنے لگیں گے وہ جوان ہو کر اپنے گھر آباد کر لیتے ہیں وہ اپنے باپ کو کہیں گے کہ میں لے جا رہا ہوں وہ کہے گا کہ نہیں میں تو اپنے گھر سے باہر نہیں دوں گا۔ لڑکا کہے گا کہ پھر مجھے اپنا خریدنا چاہیئے

مَیں خُدا تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں

کہ ان کے اسلام میں داخل ہونے سے بھی پہلے یہ حالات پیدا ہو جائیں گے سب سے زیادہ دور ہم سے امریکہ کے علاقے ہی ہیں۔ یہاں ہم ہیں اور زمین کے دوسری طرف وہ ہیں لیکن ان کے اخلاص کا یہ حال ہے کہ ہماری قرآن کریم کی ایک انگریزی تفسیر پانچ موٹی موٹی جلدوں میں ہے اور وہ قریباً ہر احمدی کے گھر موجود ہے۔ جو بالکل تھوڑا عرصہ پہلے مثلاً پچھلے سال احمدی ہوا ہے میں اس کی بات نہیں کر رہا لیکن جن کو احمدی ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا ہے ان میں سے کوئی ایک شخص بھی شاید ایسا نہیں ہے جس کے گھر میں وہ پانچ جلدوں کی تفسیر نہ ہو اور جسے وہ پڑھتا نہ ہو اور اس کے نتیجہ میں وہ بعض دفعہ فون اٹھا کر ہمارے مبلغ کو کہتا ہے کہ میں اس جگہ "اٹک" گیا ہوں مجھے سمجھ نہیں آرہی مجھے بتاؤ۔ مبلغ کو بھی تو سارے قرآن کریم کی تفسیر حفظ نہیں ہوتی اس لئے اس کو بعض دفعہ کہنا پڑتا ہے کہ میں تمہیں ریفرنس (ڈھونڈ) کر کے بتاؤں گا۔ ابھی نہیں بتا سکتا۔ وہ قرآن کریم سے بڑا پیار کرتے ہیں اور قرآن کریم ہے ہی ایسی چیز جس سے پیار کیا جائے۔

ضمناً میں بتا دوں کہ ناظرہ پڑھنے والے بچوں کے لئے

قرآن کریم کا متن

موجود نہیں تھا۔ اب وہ چھپ چکا ہے۔ بہت خوبصورت ہے۔ قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر اس کی کتابت ہے اور بازاری قیمتوں کے لحاظ سے میرے خیال میں نصف سے بھی کم قیمت پر ملے گا کیونکہ ہم قرآن کریم ہر گھر میں پہنچانا چاہتے ہیں اور ہر نسل کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سے نفع کمانے کا ہمارا پروگرام نہیں ہے لیکن چونکہ بعض جگہ مفت دینا پڑتا ہے اور کچھ اَور اخراجات ہیں اس لئے بالکل معمولی سی رقم منافع کی ہوتی ہے جو بمشکل اپنے اخراجات پورے کرتی ہے۔ بہر حال میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ قرآن کریم شائع ہو گیا ہے۔ اب آپ اپنے بچوں کو ناظرہ قرآن کریم پڑھانے کے لئے اچھا، ستھرا غلطیوں سے پاک اور سستا قرآن کریم قرآن پبلیکیشنز سے خرید سکتے ہیں۔ میرے پاس پہلی کاپی آگئی ہے ممکن ہے اس کی جلد بندی وغیرہ میں دس پندرہ دن اور لگ جائیں تاہم وہ جلد آنے شروع ہو جائیں گے۔

میں نے صرف امریکہ کے متعلق بتایا ہے۔ یورپ کے بعض ملک بھی ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ دو۔ ان میں سے دو ملک ایسے ہیں جن میں زیادہ تر وہاں کے مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہے کہ ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ دیں کیونکہ وہاں دہریت کی فضا زیادہ ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی نسلوں کو دہریہ نہیں بنانا چاہتے۔ سوئٹزرلینڈ میں مجھے میرے بعض دوستوں نے جو احمدی نہیں تھے یہ کہا کہ آپ یہاں آئے ہوئے ہیں اور اسلام پھیلا رہے ہیں؛ یہاں پر لاکھوں کی تعداد میں مسلمان خاندان ہیں لیکن ان کے بچوں کے پاس اسلام کے متعلق کوئی کتاب نہیں ہے آپ ہمیں ایسی کتابیں دیں۔ بعض جگہ دنیا میں یہ احساس بیدار ہو گیا ہے کہ ہمیں اسلامی اخلاق کے متعلق، اسلامی تربیت کے متعلق، اسلامی تعلیم کے متعلق، اسلامی روحانیت کے متعلق لٹریچر ملنا چاہیئے اور وہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں لٹریچر دیں۔ کوئی اور بھی اگر اپنا فرض

سمجھتا ہے تو وہ بھی ادا کرے ہمیں اس سے زیادہ خوشی کی اور کوئی بات نہیں ہوگی لیکن میں تو اپنے متعلق ہی بات کروں گا کہ ہمارا یہ فرض ہے۔ غرض دنیا میں احساس پیدا ہو چکا ہے میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ سویڈن میں ایک صحافیہ نے کہا کہ آپ اتنی دیر کے بعد ہمارے علاقہ میں کیوں پہنچے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم روز بروز گندی زلیست میں دھنسے چلے جاتے ہیں اور آپ نے ہمارا خیال ہی نہیں کیا۔ اتنی حسین تعلیم جو گند سے پاک کرنے والی ہے اسے اپنے پاس لے کر بیٹھے رہے اور ہماری آپ لوگوں نے پرواہ ہی کوئی نہیں کی اس سے پہلے کیوں نہیں آئے۔ پہلے جانے یا نہ جانے کے متعلق تو خدائی تقدیر ہی کام کر رہی تھی۔ ہمارے پاس تو نہ پیسہ۔ نہ اقتدار نہ کوئی طاقت۔ صرف ایک چیز ہے اور وہ بہت بڑی ہے اور وہ ہے

اللہ تعالیٰ کا فضل

لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل تو نہ میں نہ آپ آسمانوں سے چھین کر تو نہیں لا سکتے وہ تو اپنے پیار سے جب چاہے گا جتنا چاہے گا نازل کرے گا۔ ہمارا کام ہے کہ ہم الحمد للہ کہیں اور اپنی ہی طاقت اس کی راہ میں خرچ کر دیں۔

صد سالہ جوبلی کا اعلان ۱۹۷۳ء میں ہوا۔ اس کے کچھ کام اگلی صدی کے آنے سے قبل ہونے والے تھے مثلاً جگہ جگہ مشن ہاؤسز وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس منصوبہ میں بڑی برکت ڈالی۔ سب سے پہلے برکت کا یہ موقع دیا کہ سویڈن میں اس منصوبہ کے تحت یورپ کی جماعتوں کے چندے اور قربانی سے مسجد تعمیر ہوئی۔ ہمارے ملک میں بسنے والوں کی ایک دھیلے کی بھی contribution (کنٹری بیوشن) اور قربانی اس میں شامل نہیں۔ ساری کی ساری بیرونی جماعتوں کی قربانی ہے تھوڑی سی رقم انھوں نے امریکہ سے قرض لی تھی جس کا ایک حصہ واپس کر دیا ہے اور دوسرا حصہ بھی عنقریب واپس ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک نہایت خوبصورت مسجد گوٹن برگ۔ سویڈن کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر بنی ہے۔ وہاں پتھریلی زمین تھی۔ جس میں اس سامان کی اونچائی جتنے بڑے بڑے پتھر زمین میں دھنسے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے وہ ہمارے لئے ریزرو رکھی ہوئی تھی کسی اور کے دل میں خواہش ہی نہیں پیدا ہوئی کہ اس کو لے کر پتھروں کو صاف کر کے وہاں کوئی چیز بنا لے وہ ہمارے حصہ میں آگئی۔ خاصی بڑی جگہ ہے غالباً دو ایکڑ کے قریب ہے غرض اس چوٹی پر

مسجد بن گئی ہے

اور سارے شہر کو سوائے اس کے جو بعض پہاڑیوں کے سائے میں آیا ہوا ہے مسجد نظر آتی ہے اور مسجد سے سارا شہر نظر آتا ہے۔ نہایت شاندار اور خوبصورت مسجد ہے اور وہاں سے خدا تعالیٰ کا نام بلند ہو رہا ہے اور یہ وہاں کا معمول ہے کہ روزانہ کوئی نہ کوئی وفد یا سکول کے ٹیچرز کے ساتھ کوئی پارٹی یا کچھ لوگ مسجد دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ عیسائیوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب ۱۹۷۶ء میں میں نے اس کا افتتاح کیا تو عورتوں میں یہ شوق پیدا ہوا کہ ہم جا کر دیکھیں تو سہی کہ وہ کون سی عمارت ہے جس میں عورت نہیں داخل ہو سکتی۔ جب وہ آتی تھیں تو ہمارے مبلغ اور دوسرے احمدی جو وہاں موجود ہوتے تھے ان کو کہتے تھے کہ تمہیں کسی نے غلط بتایا ہے تم اندر جا سکتی ہو۔ وہ کہتیں کہ اچھا! ہم جا سکتی ہیں؟ وہ کہتے کہ صرف یہ ہے کہ تم پتہ نہیں کہاں پھرتی رہی ہو تمہارے جوتوں کو گند لگا ہوا ہو گا ان کو باہر اتار دو اور اندر چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ بڑے شوق سے اور پیار کے ساتھ اندر جاتیں اور دیکھتیں۔ مسجد اپنے اندر

ایک عجیب شان

اور ایک رعب کی کیفیت پیدا کرنے والا خاصہ رکھتی ہے اور جو بھی اندر جاتے ہیں۔ خواہ غیر مسلم ہوں بے ساختہ ان کی زبان سے نکلتا ہے کہ یہاں تو بڑا پُرسکون فضا ہے۔

یہاں تو ہم پر عجیب اثر ہوتا ہے۔ وہاں نہ کوئی تصویر ہے نہ کوئی اور سجاوٹ کی چیز۔ ایک چیز ہے جو اس کو سجا رہی ہے اور وہ ہے خدا تعالیٰ کی زندگی اور قدوسیت اور وحدانیت کی تعلیم کو عام کرنے کا عزم جو نمازی وہاں اپنے دل میں لے کر جاتے ہیں اور جو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہیں وہ مسجد کے اندر کوئی ایسی چیز پیدا کرتے ہیں کہ جب عیسائی اس ہوا میں سانس لیتا ہے تو اس سے اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ ہے

اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ (الجن آیت ۱۹)

کا مفہوم۔ جو مساجد خدا کے لئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے بنائی جائیں وہ اسی قسم کی مساجد ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ

صد سالہ جوبلی منصوبہ

نے اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ توفیق پائی کہ لندن میں Deliverance of Jesus from the Cross. کے موضوع پر کانفرنس ہوئی۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس کے وہ نتائج نکلیں گے جو نکلے۔ ایک بات جس کی کوئی اتنی اہمیت نہیں ہے لیکن بہر حال اسے پڑھ کر لطف آیا یہ ہے کہ ایک عیسائی اخبار نے لکھا کہ کانفرنس ہو گئی اور انگلستان پر جو کہ عیسائی ملک تھا اسلام کی زبردست یلغار ہو گئی اور چرچ یعنی کلیسیا خاموش بیٹھا ہے۔ پتہ نہیں ان کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا سوچ رہے ہو تم؟ خاموش کیوں بیٹھے ہو تمہارے اوپر تو زبردست حملہ ہو گیا ہے۔ یہ احساس اس کانفرنس نے پیدا کیا ہے۔ وہ لوگ خاموش بیٹھے تھے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پندرہ بیس سال قبل یہ اعلان کر چکے تھے (اور وہ اعلان ہماری لائبریری میں محفوظ ہیں) انھوں نے اعلان کیا کہ سارا لیسٹ افریقہ خداوند یسوع کی جھولی میں ہے اور اب یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور جماعت احمدیہ کی کوششوں میں خدا نے جو برکت ڈالی اس کی وجہ سے مغربی افریقہ میں

پانچ لاکھ سے زیادہ عیسائی

مسلمان ہو چکے ہیں اور انھوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا مکّہ اور مدینہ پر لہرائے گا۔ اور اب یہ حالت ہے کیتھولک فرقہ جو کہ عیسائیت میں اپنی تعداد کے لحاظ سے، اثر و رسوخ کے لحاظ سے، مال کے لحاظ سے، رعب کے لحاظ سے اور تنظیم کے لحاظ سے سب سے بڑا فرقہ ہے اس نے اپنے پادریوں کو بھی یہ ہدایت کی ہے کہ کسی احمدی سے بات نہیں کرنی اور نہ ان سے کوئی کتاب لے کر پڑھنی ہے۔ وہ جھنڈا تو کبھی وہاں نہیں لہرائے گا اور اس کے بعد جو بات میں کہنے والا ہوں وہ صرف ایک خواہش کا اظہار ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایسا کبھی نہیں ہونے دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر اس کے لئے جان دینے کی ضرورت پڑی تو اس جھنڈے کے لہرانے سے پہلے آخری احمدی کا خون بہہ چکا ہو گا۔ (تمام حاضرین نے بیک آواز انشاء اللہ تعالیٰ کہا اور پھر نعرہ ہائے تکبیر اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی) لوگ مختلف باتیں کرتے رہتے ہیں لیکن وہ باتیں ہمارے دل سے

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا پیار

تو نہیں چھین سکتیں اور نہ مکّہ کی عظمت کو ہمارے دل سے مٹا سکتی ہیں۔ پاکستان تو بعد میں بنا ہے پہلے ہندوستان تھا جس میں ہمارے یہ علاقے بھی شامل تھے ۱۸۶۰ء میں

اور ۱۸۸۰ء کے درمیان انہوں نے اس قسم کے اعلان کئے کہ ہندوستان کے سارے مسلمان عیسائی ہو چکے ہوں گے۔ یہاں ایک علامہ تھے جو بعد میں پادری بن گئے عماد الدین ان کا نام تھا۔ انہوں نے ایک مضمون لکھا جو ایک عیسائی کانفرنس میں پڑھا گیا میرا خیال ہے کہ اس کی بھی ایک کاپی یہاں ہمارے پاس موجود ہے اس میں انہوں نے کہا کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ اس کے بعد اگر کسی ہندوستانی عیسائی کے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ مرنے سے پہلے کسی مسلمان کا منہ تو دیکھ لے تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوگی لیکن اب حالات بدل گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے طفیل خدا تعالیٰ سے جو دلائل عیسائیت کے خلاف اور حقانیت اسلام کے حق میں ملے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم نے جو کانفرنس کی اس کا بہت اثر ہوا۔ ہم ایک چھوٹی سی جماعت ہیں غریب سی جماعت کوئی اقتدار نہ رکھنے والی جماعت لیکن

قربانیاں کرنے والی جماعت

جس کے دو سو کے قریب فدائی اپنے خرچ پر پاکستان سے اس کانفرنس میں چلے گئے غریب غریب لوگ۔ میں شکلیں دیکھتا تھا تو حیران ہوتا تھا کہ انہوں نے پیسے کہاں سے اکٹھے کئے یہاں آنے کے لئے۔ اُن کو تو کسی نے ایک دھیلہ باہر سے مدد نہیں دی۔ اپنے خرچ پر گئے۔ اُن کے دلوں میں جوش تھا کہ عیسائیت کے مرکز سے خدائے واحد و یگانہ کی بزرگی اور کبریائی کی آواز بلند ہوگی ہم بھی جاکر اس میں شامل ہوں۔

جس وقت اس کانفرنس کا چرچا ہوا تو دو نمایاں اثر ہوئے۔ ویسے تو بہت سے اثرات ہیں لیکن یہ مضمون زیادہ لمبا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی اسے بیان کرتے ہوئے ہم انشاء اللہ آگے بھی چلیں گے۔ بہرحال دو باتیں بہت نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کپڑا جو غالباً چودہ فٹ تین انچ لمبا اور چار فٹ سات انچ چوڑا ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب سے اترنے کے بعد مرہم لگا کر رکھا گیا تھا اور اس پر مرہم کے نشان اور حضرت مسیحؑ کی شبیہہ بھی ہے (لوگ کہتے ہیں صحیح یا غلط یہ وہ جانیں) اس کو کفن مسیحؑ بھی کہتے ہیں اور "شراؤڈ آف ٹیورن" بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ ٹیورن کے گرجا میں ہے اس کے متعلق انہوں نے یہ اعلان کیا کہ مئی کے مہینے میں اس کا سائنسی طریقوں سے ٹیسٹ ہوگا۔ اب سائنس نے بڑی ترقی کر لی ہے۔ ایک کاربن ۱۴ کا ٹیسٹ ہے جو کپڑے کی عمر بتا سکتا ہے۔ اگر وہ ٹیسٹ لیں تو وہ بتا دے گا کہ یہ دو ہزار سال پہلے کا ہے یا صرف ۵۰۰ سال پہلے کا ہے۔ ویسے ۵۰۰ کا نہیں ہے اس سے زیادہ عرصہ سے تو ان کے پاس ہے

تاریخ سے پتہ لگتا ہے

کہ غالباً ایک ہزار یا بارہ صد سال سے ان کے پاس ہے اور اس سے پہلے بھی یہ محفوظ چلا آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مئی میں وہ ٹیسٹ بھی ہوگا اور دوسرے اور بہت سے ٹیسٹ ہوں گے۔ پھر جب ہماری طرف سے یہ اعلان ہوا کہ ۲۔ ۳۔ ۴ جون کو جماعت احمدیہ کی طرف سے کانفرنس ہوگی تو چرچ نے اعلان کیا کہ ٹیورن شراؤڈ کے متعلق، کفن مسیحؑ کے متعلق جو سائنسی تحقیق ہونی تھی وہ غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے اسی بات کو میں اختتام تک پہنچا دوں اس کے بعد میں کانفرنس کے اثرات بھی بتاؤں گا۔ میرے واپس آنے سے چند دن پہلے ایک احمدی نے امریکہ کے کسی اخبار کا تراشہ مجھے بھیجا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ چرچ نے یہ اعلان کیا ہے کہ اب اکتوبر میں کسی

وقت وہ سائنسی تحقیق ہوگی۔ انہوں نے بہت ترقی یافتہ آلات بنائے ہیں جو تصویریں لیں گے۔ امریکہ کا ہوائی جہازوں کا محکمہ وہ آلات استعمال کرتا ہے اور وہ بڑے sophisticated (سوفسٹی کیٹڈ) ہیں اور بڑے عجیب اور ان کے خیال میں

بڑے صحیح نتائج

نکالتے ہیں اور گھنٹوں میں نتائج نکل آتے ہیں کیونکہ جو جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی بات ہے اگر کوئی شخص کہے کہ میں جو چیز امریکہ کی فوج کے ہاتھ میں دکھا رہا ہوں یہ تیس سال کے بعد نتیجہ بتائے گی تو قوم اس کے منہ پر تھپیڑ مارے گی کہ تیس سال میں تو ہم پتہ نہیں وہ جنگیں لڑ چکے ہوں گے تیس سال پہلے کا نتیجہ ہم کیا کریں گے۔ پس ایسے آلات ہیں جو منٹوں میں نہیں تو گھنٹوں میں نتیجہ نکال دیتے ہیں اور اس کا پتہ لگ جاتا ہے۔ انہوں نے بڑی advanced (ترقی یافتہ) لیبارٹریز بنائی ہیں۔ بہرحال انہوں نے اعلان کیا کہ یہ سائنسی تحقیق اکتوبر میں ہوگی لیکن اس تحقیق میں کاربن ۱۴ کا ٹیسٹ نہیں ہوگا جس سے کہ عمر کا پتہ لگتا ہے اور اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ ابھی تو یہ ٹیکنیک پوری طرح مکمل بھی نہیں ہوئی جب مکمل ہو جائے گی تو پھر دیکھیں گے۔ اس کے علاوہ جو تصاویر لینی ہیں اور دوسرے ٹیسٹ ہیں وہ اکتوبر میں ہوں گے۔ لیکن ان کا نتیجہ آج سے تیس سال کے بعد بتایا جائے گا۔ جو آلات تم استعمال کر رہے ہو ان سے تو نتیجہ گھنٹوں میں پتہ لگ جاتا ہے یہ تیس سال تک اس کو

راز میں رکھنے کا اعلان

ہمیں بتاتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔

جب وہاں پروپیگنڈا ہوا تو یورپ کے عیسائیوں اور دنیا میں دوسرے عیسائیوں میں ایک بے چینی پیدا ہوئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ یا تو ہم ان کے ملکوں پر یلغار کر کے ان کے ایمانوں پر بھی ڈاکہ مارا کرتے تھے اور ان کی دنیوی دولتوں پر بھی ڈاکہ مارا کرتے تھے colonial age میں جس وقت یہ لوگ سارے افریقہ میں اور ہندوستان میں بھی حاکم بن گئے تھے تو یہ ساری دنیا کی دولت لوٹ کر اپنے اپنے ملکوں میں لے گئے تھے اور یا یہ حال ہے کہ ایک مسلمان جماعت لندن میں آکر۔ ہمارے ایک عیسائی ملک میں آکر ہماری ایمپائر جو دنیا میں سب سے بڑی تھی اس کے دل میں اپنی کانفرنس منعقد کر رہی ہے۔ وہ ایمپائر جس کے متعلق وہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ اس کا سورج غروب ہو گیا اور اس ایمپائر کے دل میں اس کے مرکز میں کچھ نئی کرنیں

اسلام کی روشنی کی کرنیں

نظر آنے لگ گئیں۔ یہ کیا بات ہو گئی۔ اس گھبراہٹ کو دیکھ کر عیسائیت کے مختلف فرقوں نے جو وہاں ایک کونسل آف برٹش چرچز بنائی ہوئی ہے۔ ان کی طرف سے ۲۳ مئی کو ہماری کانفرنس سے قریباً دس دن پہلے ایک ریلیز جاری ہوئی اور اس کے نیچے ایک نوٹ تھا کہ اخبارات اس خبر کو کانفرنس کی ابتداء تک شائع نہ کریں جب کانفرنس شروع ہو تو اس وقت شائع کی جائے۔ مجھے صحیح تاریخ یاد نہیں کہ انہوں نے مئی کا آخری دن مقرر کیا ہوا تھا یا جون کا پہلا دن تھا۔ کچھ اخباروں نے اسے شائع بھی کر دیا۔ اس کی ایک کاپی انہوں نے ہمارے لنڈن مشن کو بھی بھیجی مجھے دکھائی گئی تو میں نے کہا کہ میں بڑا خوش ہوں کہ انہوں نے ہمیں دعوت دی ہے کہ اس مضمون پر ہمارے ساتھ dialogue کرلو۔ مذاکرہ کر لو۔ اس دعوت نامہ

کے اندر ہمیں یہ عجیب بات نظر آئی کہ پہلے ایک خط تھا اور اس کے بعد پریس ریلیز تھی اور خط میں تھا کہ open dialogue یعنی کھلی بات چیت ہوگی چھپی ہوئی نہیں ہوگی اور نیچے جو پریس ریلیز تھی اس میں لکھا ہوا تھا کہ unpublicised ہوگی یعنی اسے شائع نہیں کیا جائے گا بلکہ چھپا کر رکھا جائے گا۔ ایک ہی وقت میں وہ open بھی ہوگی اور unpublicised بھی ہوگی۔ اس کا مطلب ہمیں سمجھ نہیں آیا۔ بہرحال میں نے کہا کہ ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں

کانفرنس کے آخری دن

۷؍جون کو میں نے ایڈریس پڑھا۔ اس کے بعد مکرم چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے "کونسل آف چرچز" کا دعوت نامہ پڑھ کر سنایا اور پھر اس کا جواب خود میں نے پڑھ کر سنایا کچھ پوائنٹس تھے ان کا جواب دیا اور میں نے کہا کہ بڑی اچھی بات ہے ہم تو ہر وقت تیار ہیں اور صرف "کونسل آف چرچز" سے ہی نہیں بلکہ یہ مذاکرہ دنیا کے مختلف حصوں میں ہونا چاہیئے۔ ایشیا میں بھی ہونا چاہیئے۔ انگلستان میں بھی ہونا چاہیئے اور امریکہ اور دوسری جگہوں میں بھی ہونا چاہیئے اور صرف تمہارے مختلف چرچز کی تنظیم سے نہیں بلکہ کیتھولسزم سے بھی ہونا چاہیئے جو کہ سب سے بڑی اور مضبوط جماعت ہے جس کا Head روم میں پوپ ہے چنانچہ ان کو بھی میں نے دعوت دی کہ آپ بھی مذاکرے میں تبادلۂ خیال میں شریک ہوں خواہ ان کے ساتھ مل کر یا علیحدہ جیسے آپ چاہیں۔ ہمیں تو خدا نے پیدا ہی اس کام کے لئے کیا ہے ہم کسی سے گھبراتے تو نہیں۔ غرض ایک تو اس دن اعلان ہو گیا اور پھر ان صاحب کو لکھ کر بھیجا گیا جو غالباً سیکرٹری یا صدر ہیں جن کے دستخط سے وہ دعوت نامہ آیا تھا کہ امام جماعت احمدیہ نے اسے منظور کر لیا ہے اب آپ شرائط طے کریں۔ لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا غالباً ۳-۴ ہفتے کے بعد میں نے کہا کہ تم خاموش کیوں بیٹھے ہو ان کو یاد دہانی کراؤ پھر ان کو ایک reminder بھیجا گیا۔

یاد دہانی کرائی گئی

اور اس کا جواب ایک اور پادری کی طرف سے آیا جو انہی کے ساتھی تھے۔ انہوں نے ان صاحب کا نام لیا جن کے دستخط سے پہلا خط آیا تھا اور لکھا کہ انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں آپ کو یہ خط لکھوں کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے تو اسلام کے متعلق کچھ پتہ ہی نہیں ہے اس واسطے میں آپ کے قبولِ دعوت نامہ کا کیا جواب دوں؟ اس لئے وہ عیسائیت کے ماہروں سے مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ یہ نہیں لکھا کہ اس مشورہ پر ایک ہفتہ لگائیں گے یا ایک صدی لگائیں گے۔ یہ وہ جانیں واللہ اعلم۔ میں نے وہاں سے ساری دنیا میں احمدیوں کو یہ کہا کہ تم اپنے اپنے ملکوں میں ان کا دعوت نامہ اور میرا جواب وہاں کے بشپس کو لکھو اور ان سے کہو کہ اگر تم تیار ہو تو ہم تمہارے ساتھ بھی تبادلۂ خیال کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس وقت جس فرقے کی طاقت سب سے زیادہ ہے وہ کیتھولسزم ہے اگر باقی سب فرقوں کو ملا کر ایک فرقہ سمجھا جائے۔ تب بھی سب سے زیادہ طاقت کیتھولسزم کی ہے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ کیتھولک بشپس کو ضرور لکھو اور ساری دنیا میں کیتھولک بشپس کو لکھا گیا۔ لیکن اکثر نے جواب ہی نہیں دیا صرف چند ایک نے جواب دیا اور جنہوں نے جواب دیا انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہم جماعت احمدیہ سے کوئی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس کانفرنس کے جو نتائج ابھی تک نکلے ہیں وہ بڑے شاندار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صد سالہ منصوبہ کو خدا تعالیٰ نے یہ بڑی برکت عطا کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور

غلبۂ اسلام میں ہماری حرکت

جو آگے ہی آگے بڑھ رہی ہے اس میں اپنے اثرات کے لحاظ سے ایک نمایاں حصہ اس کانفرنس کا ہے اور ہوگا۔ ایک اور بڑا اچھا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی محققین نے بھی تحقیق شروع کی تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے بلکہ زندہ اترے اور جو دس گمشدہ قبائل تھے Lost ten tribes of Israel. ان میں جا کر انہوں نے تبلیغ کی اور کشمیر گئے اور وہاں وفات پائی اور وہاں ان کی قبر ہے۔ چنانچہ اس کانفرنس کے نتیجہ میں معلوم ہوا کہ بہت سے لوگوں نے تحقیق کی تھی لیکن ان کی تحقیق کا نتیجہ کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا تھا۔ مسودے پڑے ہوئے تھے۔ سویڈن کی ایک عورت نے لکھا کہ میرے باپ نے تو ساری عمر تحقیق کر کے وہی نتیجہ نکالا تھا جس پر آپ اس وقت کانفرنس کر رہے ہیں اس لئے مجھے بہت دلچسپی ہے۔ میرا باپ تو فوت ہو گیا ہے مسودہ میرے پاس پڑا ہوا ہے اس کی زندگی میں نہیں چھپ سکا اور نہ میں چھاپ سکی ہوں۔ آپ مجھے دعوت دیں کہ میں بھی آ کر attend کروں۔ چنانچہ وہ بھی آگئی اور اسی طرح چھپے ہوئے اور بہت سے لوگوں کی طرف سے اطلاع آگئی کہ ہم نے بھی تحقیق کی ہے اور اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے بلکہ زندہ اترے اور بعد میں لمبا عرصہ زندہ رہے اور انہوں نے

بنی اسرائیل کے گمشدہ دس قبائل

میں تبلیغ کی۔ بارہ میں سے دس قبائل یعنی اسّی فیصد لوگوں میں انہوں نے تبلیغ کی اور ان کو عیسائی بنایا اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا اور انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا اور جنہوں نے قبول نہیں کیا ان کو میں نے دعوت دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ چند منٹ کیلئے آپ اس انگریزی تقریر کا ایک حصہ سن لیں۔

(چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن کانفرنس میں اپنی تقریر کا ایک حصہ تقریباً ۵ منٹ تک ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ سنایا جس میں آپ نے احسن رنگ میں عیسائیوں کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف اور اسلام کی طرف بلایا تھا)

پھر فرمایا:۔

بڑی وضاحت کے ساتھ اس کانفرنس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے جو بیان کیا ہے اسے اور انجیل میں اس وقت بھی اور ان حالات میں بھی جو حقیقتیں پائی جاتی ہیں انہیں تاریخ میں حضرت مسیح کے متعلق جو باتیں ہیں انہیں طب کی کتب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اترنے کے متعلق جو شہادتیں ہیں انہیں اور اس قسم کی دیگر

تمام مضامین کو بیان کیا گیا

مختلف مقررین اور محققین نے جن میں احمدی بھی تھے اور وہ بھی تھے جو احمدی نہیں اور اسلام کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اور عیسائی بھی تھے اور واللہ اعلم شاید بعض ایسے بھی ہوں جو عیسائیت کو چھوڑ چکے ہوں ان سب نے مقالے پڑھے اور ہر چیز کھول کر

بیان کردی۔ میں نے چونکہ آخر میں بولنا تھا اس لئے میرے لئے دِقت یہ تھی کہ مجھ سے پہلے ہر موضوع پر بہت تفصیل کے ساتھ کوئی نہ کوئی بول چکا تھا۔ اس لئے اور میں خوش ہوں کہ اس لئے مجھے بہت دعائیں کرنے کی توفیق ملی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے مضمون میں شرمندہ نہ کیا بلکہ ایک نہایت اچھا اور مؤثر مضمون تیار ہو گیا اور جیسا کہ آپ نے سُنا جو چیز صرف میں ہی کر سکتا تھا یعنی ان کو دعوت دینا اسلام کی طرف اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے کی طرف اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کر لینے کی طرف وہ دعوت میں نے بڑے پیار کے ساتھ مگر زوردار الفاظ میں اُن تک پہنچا دی اور جن علاقوں کی خبریں اس انگریز ایجنسی کے پاس پہنچیں جن کو ہم نے اطلاعات اکٹھی کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اس کے مطابق ۱۴ کروڑ انسانوں تک یہ آواز پہنچ گئی۔ لیکن یہ تعداد کم ہے کیونکہ

ہماری اطلاع کے مطابق

ان علاقوں کے علاوہ افریقہ کے عیسائی اخباروں نے اس کانفرنس کے متعلق اور اس عقیدہ کے متعلق ۲۔۳ صفحے کے ضمیمے لکھے اور ایک شخص کہنے لگے کہ مجھے میرے کسی واقف نے اطلاع دی ہے کہ ساؤتھ امریکہ میں (جہاں ہمارا کوئی مشن بھی نہیں اور عملی براہ راست کوئی اطلاع بھی نہیں آئی) ایک اخبار نے نصف صفحے سے زیادہ ان عقائد کے متعلق خبر دی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر بھی شائع کی۔ اسی طرح ایران میں اور ایشیا کے بہت سے ملکوں میں چھپا۔ جاپان میں ٹوکیو سے انگریزی کا ایک بہت بڑا اخبار نکلتا ہے اس میں ایک لمبی خط و کتابت شائع ہوئی۔ وہاں ہمارے مبلغ نے اس میں مضمون لکھا پھر کسی نے اس کے خلاف اور کسی نے اس کی تائید میں لکھا لمبا چوڑا قصہ چلا۔ اخبار کچھ عرصے کے بعد اسے بند کر دیتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خود اخبار پر اتنا اثر تھا کہ انہوں نے ہمارے مبلغ کو لکھا کہ اب ہم صرف ایک خط شائع کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد بند کر دیں گے اور ہم چاہتے ہیں کہ آخری خط جو شائع ہو وہ تمہارا ہو۔ چنانچہ ہمارے مبلغ کو موقع مل گیا اور انہوں نے سارا مواد اکٹھا کر کے مجموعی طور پر جو کچھ ہو چکا تھا اور جو

چرچ کا ردِ عمل

تھا اس کے بارہ میں خط لکھ دیا۔ دعوت تو خود چرچ نے دی تھی اور اب ان کا ردِ عمل بڑا عجیب ہے۔ اگر ہم نے دعوت دی ہوتی تو تم کہتے کہ نہیں مانتے لیکن تم نے دعوت دی اور ہم نے مان لی اور خوشی سے مانی اور ہم نے کہا کہ پیار اور محبت کی فضا میں تبادلہ خیال ہونا چاہیئے تاکہ دنیا پر حقیقت آشکارا ہو اور جب ہم نے اسے مان لیا تو تم نے بہانے کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ چلے گا نہیں۔ کسی نہ کسی وقت عیسائی دنیا اپنے پادریوں کو مجبور کرے گی کہ وہ مذاکرہ کریں۔ انشاء اللہ! غرض یہ ایک بہت بڑا کام ہے جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہے اور اگلی صدی کے استقبال کا جو منصوبہ ہے اس کے لئے تیار کیا ہے اور عیسائی دنیا کو پکڑ کر جھنجھوڑا ہے۔

سویڈن میں سٹاک ہالم میں ایک پریس کانفرنس میں مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا اس قبر کو کھود کر اس کی تحقیق ہونی چاہیئے؟ میں نے کہا۔ ہونی چاہیئے۔ کہنے لگے کہ ہوئی یا نہیں؟ میں نے کہا۔ نہیں ہوئی۔ کہنے لگے کہ ہم نے تو ایک مضمون شائع کر دیا ہے جس میں کسی کے حوالے سے یہ لکھ دیا ہے کہ اس کی تحقیق ہو گئی ہے۔ میں نے کہا آپ نے غلط لکھ دیا ہے۔ سویڈن کے ایک اور شہر مالمو میں بھی ہماری جماعت ہے۔ میں

سٹاک ہالم سے گوٹن برگ آیا جہاں ہماری مسجد ہے وہاں سے ڈنمارک جاتے ہوئے رستہ میں مالمو آتا ہے وہاں میں دو تین گھنٹے کے لئے ٹھہرا تو اتفاقاً وہاں وہی شخص مل گئے جن کا مضمون چھپا تھا۔ وہ

سویڈن کے مانے ہوئے محقق

ہیں۔ میں نے ان کو کہا کہ یہ کیا آپ نے غلط بات لکھ دی۔ انہوں نے کہا میں اس کا ذمہ دار نہیں مجھے ایک کشمیری نے بتایا تھا اور میں یونہی بے خیالی میں لکھ گیا کہ قبر کھود دی گئی اور اس کی تحقیق ہو گئی۔ پرانے زمانے میں دستور تھا اور مسلمانوں کی بعض قبریں بھی ایسی ہیں کہ اصل جگہ جہاں دفنایا جاتا تھا اس کے اوپر ایک کمرہ سا بنا کر اس کمرے کی چھت پر بالکل اسی قبر کی نقل بنا دیتے تھے تاکہ اصل قبر محفوظ رہے۔ مثلاً حضرت مسیحؑ فوت ہوئے تو سارے یہودیوں نے جو اُن کی تبلیغ سے عیسائی ہوئے تھے کثرت سے وہاں آنا تھا اور ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں کوئی مٹی اٹھاتا ہے کوئی کسی چیز کو چھیڑتا ہے اس لئے اس کی حفاظت کے لئے اس کے اوپر بالکل اسی کی شکل کی قبر بنائی ہوئی ہے اور اس کے سرہانے دیا رکھنے کی جگہ پر صلیب بنی ہوئی ہے۔ کسی مسلمان کے سرہانے تو کوئی صلیب نہیں بناتا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے۔ اور بہت سی باتیں ہیں۔ جو چیز میں آپ کو بتانے لگا ہوں وہ یہ ہے کہ اس قبر کی تحقیق نہیں ہوئی لیکن ایک سیکنڈ کے لئے بھی ہمارے دل میں کوئی گھبراہٹ پیدا نہیں ہوئی اس واسطے کہ یہ بتانے والا

علام الغیوب خدا

ہے کہ یہاں حضرت مسیحؑ دفن ہیں۔ دنیا جو چاہے کر لے لیکن ثابت یہی ہوگا کہ حضرت مسیحؑ کا جسدِ عنصری اسی جگہ دفن ہے اس کے علاوہ اور کچھ ثابت ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہمارے اختیار میں تو نہیں کہ ہم وہاں جا کر تحقیق کریں اس واسطے جب مجھ سے پوچھا گیا کہ ہونی چاہیئے؟ تو میں نے کہا کہ ہونی چاہیئے۔ ہماری کانفرنس میں اس سلسلہ میں ایک ریزولیوشن بھی پاس ہوا تھا۔

جو کام کرنے والے ہیں وہ بڑے عظیم ہیں اور وہ بڑی محنت چاہتے ہیں بڑی قربانی چاہتے ہیں آنے والی نسلوں کی بڑی تربیت چاہتے ہیں۔ میرے ذہن میں اور بھی باتیں تھیں وہ پھر کسی وقت بیان ہو جائیں گی۔ اب اس وقت میں دعا پر اس کو ختم کروں گا۔ جو چیز میں آپ کو بتانا چاہتا تھا جس کے کچھ حصے میں نے بتائے ہیں وہ یہ ہے کہ

انگریزی کا محاورہ ہے

"In the thick of it." پیشگوئیوں کے مطابق جو جنگ نور کی ظلمات سے آخری جنگ قرار دی گئی تھی وہ گھمسان کی شکل اختیار کر گئی ہے اور اس کے وسط میں اس وقت ہم اپنے آپ کو کھڑا پاتے ہیں۔ پس یہ بے فکری کا اور بے پرواہی کا زمانہ نہیں نہ میرے لئے نہ آپ کے لئے نہ میرے بچوں کے لئے اور نہ آپ کے بچوں کے لئے رہیں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہیئے جب تک کہ ہم ظلمات کی یلغار کو جیسا کہ پیشگوئی کی گئی ہے اور بشارت دی گئی ہے اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے شکست نہ دے دیں اور اللہ جو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اس کا نور ساری دنیا میں پھیل جائے اور انسان کا دل اس سے منور ہو جائے

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد پورا ہو جائے کہ نوعِ انسانی کو امّتِ واحدہ بنا دیا جائے اور جو امّتِ واحدہ سے باہر رہنے والے ہوں اُن کی دُنیا میں کوئی حیثیت باقی نہ رہے اور دُنیا کی

بڑی بھاری اکثریت

سارے انسانوں کا ۹۵ فیصد یا ۹۸ فیصد یا ۹۹ فیصد یا ہزار میں سے ۹۹۹ مسلمان ہو چکے ہوں۔ اس قسم کے حالات انشاء اللہ پیدا ہوں گے لیکن یہ حالات جو ہمیں افقِ غلبۂ اسلام پر روحانی آنکھ سے نظر آ رہے ہیں اس کے لئے ہمارے جسموں اور ہماری رُوحوں نے قربانیاں دینی ہیں لیکن یہ قربانیاں محض مادی قربانیاں نہیں ہیں بلکہ ان میں بنیادی حیثیت رکھنے والی یہ قربانی ہے کہ ہم اپنے وقتوں کو خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ اور متضرعانہ دعاؤں میں خرچ کریں کہ خدا تعالیٰ نوعِ انسانی پر رحم فرمائے اور انسانیت جو آج گندی زیست کی دلدل میں نیچے ہی نیچے دھستی چلی جا رہی ہے، مَیں کہتا ہوں کہ گردن تک ڈوب گئی ہے خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کو منہ سے پکڑیں اور اُوپر نکال لیں۔ اور خدا تعالیٰ کے غضب اور قہر سے انسان کو محفوظ کر لیا جائے اور وہ خدا تعالیٰ کو پہچاننے لگیں اس کی recognition

معرفت اور عرفان

انہیں حاصل ہو۔ اس قدر پیار کرنے والے رب سے وہ دُور پڑے ہیں۔ اتنی محرومی! اور اس محرومی کا انہیں احساس نہیں۔ محسنِ اعظم صلعم کو وہ پہچانتے نہیں اور اس کے احسان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اتنا احسان ہے اتنا احسان ہے کہ سمندروں کے پانی تو ایک قطرہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کے سمندر کے مقابلہ میں۔ لیکن ان لوگوں کو کوئی احساس ہی نہیں، کوئی علم ہی نہیں، کوئی توجہ ہی نہیں۔ ساری دنیا کو اس طرف لے کر آنا ہماری ذمہ داری ہے لیکن تلوار کے زور سے یا سر پھوڑ کر یا ایٹم بم استعمال کر کے یا اس سے بھی زیادہ مہلک ہتھیار جو آج انسان ایجاد کر رہا ہے اس کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ جو اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اس سے دعائیں کر کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہمارے لئے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ٥ (الشعراء آیت ۴) کا اُسوہ چھوڑا ہے اس اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ نبی ہیں، قیامت تک کے لئے۔ آپؐ کی قوّتِ قدسیہ اور روحانی فیضان بنی نوعِ انسان کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ آپؐ قدموں پر جمع ہوں اور آپؐ کے فیوض سے حصّہ لیں پس

آپ دُعائیں کریں

کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی فضل کرے اور رحم کرے اور اپنے پیار سے ہمیں نوازے اور ہماری غلطیوں کو معاف فرمائے اور ہمیں آئندہ کی غلطیوں سے بچائے اور بنی نوعِ انسان کی خدمت کا جو فریضہ ہم پر عائد کیا گیا ہے ہمیں اسے مادی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی پوری طرح اور کامل طور پر نباہنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں توفیق دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھاٹھیں مارنے والے پیار کے سمندر میں سے ہم اپنے برتن بھریں اور اس پیاسی دنیا کے مُنہ کے ساتھ جا کر لگائیں اور اس پیار کے نتیجہ میں انکے دلوں کو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتنے میں کامیاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔

اب آپ جائیں گے۔ خدا تعالیٰ سفر و حضر میں آپ کا ناصر ہو اور محافظ ہو اور آپ اس کی پناہ میں رہیں اور آپ کو وہ ہر شر سے محفوظ رکھے اور ہر خیر میں آپ کو حصّہ دار بنائے۔ آپ کو دُنیا پر

احسان کرنے والا وجود

بنائے، دنیا کا خادم بنائے، فسادات کو دُور کرنے والا بنائے، فساد سے بچنے والا بنائے اور آپ دنیا پر یہ ثابت کریں کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر جو ذمہ داری ڈالی تھی خدا نے پھر اپنے فضل سے یہ توفیق بھی دی کہ ہم نے اس کو نباہ لیا۔ اور جب ہم اپنے فرائض پورے کر کے مریں تو خدا تعالیٰ ہم سے غصے نہ ہو اور ناراض نہ ہو بلکہ ہم سے پیار کرنے والا ہو اور ہم اس کی رضا کی جنتوں میں جانے والے ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین"۔

(اِس خطاب کے بعد حضور نے انصار اللہ کا عہد دہرایا۔ تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر حضور کے ساتھ یہ عہد دُہرایا اور اس کے بعد اجتماعی دِعا ہوئی جس کے ساتھ یہ بابرکت اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا)۔

(بقیہ صفحہ اول)

اس تمام تفصیل کا سر تا سر جھوٹ پر مبنی ہونا اس کی مختلف کڑیوں سے ہی اظہر من الشمس ہے۔ ان میں سے دو ایک باتوں کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ رپورٹر مذکور بھی اور وہ فرضی شخص بھی جس کے کاغذات سڑک پہ گرے اپنی اپنی موٹر سائیکلوں پر سوار تھے۔ دونوں ہی مری روڈ سے اسلام آباد کی سڑک پر سبز بتی کا اشارہ ہوتے ہی ایک ساتھ مڑے۔ وہ زیرو پوائنٹ کی جانب آگے پیچھے جا رہے تھے ظاہر ہے دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہو سکتا مگر واقعہ کی رو سے اگلی موٹر سائیکل پر سے فائلیں اور کاغذ وغیرہ سڑک پر گرتے ہیں۔ ایک دھواں سا چھوڑتی ہوئی بس وہاں سے گزرتی ہے اور بکھرے ہوئے کاغذات کو اور زیادہ بکھیر جاتی ہے۔ وہ شخص جس کے کاغذات گرے تھے وہاں سے کافی آگے جا کر اپنی موٹر سائیکل روکتا ہے۔ وہ اسلام آباد جانے اور وہاں سے واپس آنے کی دو علیحدہ علیحدہ سڑکوں اور ان پر یکطرفہ ٹریفک کے باعث موٹر سائیکل پر سوار جانے والی سڑک سے واپس نہیں آ سکتا۔ صاف عیاں ہے کہ وہ موٹر سائیکل سے اتر کر کاغذ گرنے کی جگہ تک پیدل ہی واپس آ سکتا تھا۔ وہ اس جگہ پر پیدل واپس آتا ہے۔ دور دور تک بکھرے ہوئے کاغذات سمیٹتا ہے اور موٹر سائیکل تک جو وہاں سے "کافی آگے" کھڑی ہے پیدل ہی واپس جاتا ہے۔ فائلوں اور کاغذوں کو دوبارہ کیریئر پہ چڑھاتا ہے تب کہیں جا کر آگے روانہ ہوتا ہے۔ اس میں کم سے کم پانچ منٹ تو ضرور صرف ہونے چاہئیں۔ پانچ منٹ میں ایک موٹر سائیکل سوار دو اڑھائی میل کا فاصلہ بآسانی طے کر لیتا ہے۔ اس عرصہ میں "زندگی" کے رپورٹر کو جو اس شخص کے پیچھے پیچھے موٹر سائیکل پر آ رہا تھا زیرو پوائنٹ تک پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ حیرت ہے وہ موٹر سائیکل پر سوار ہونے کی حالت میں اسے روکے بغیر یہ سارا ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا اور اس نے خود اپنے بیان کے بموجب اپنی موٹر سائیکل اس وقت روکی جب وہ آدمی کاغذ سمیٹنے اور اپنی "کافی آگے" کھڑی ہوئی موٹر سائیکل تک واپس جانے کے بعد اس پر سوار ہو کر آگے روانہ ہو گیا۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ رپورٹر کے لئے یہ کیسے ممکن ہوا کہ وہ اس تمام عرصہ میں موٹر سائیکل پر سفر بھی کرتا رہا اور انتہائی محدود فاصلہ میں رونما ہونے والے واقعات کو ان کی پوری تفصیل سے دیکھتا بھی رہا اور رکا اس وقت جب وہ شخص آگے روانہ ہو گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ سارا فرضی قصہ ہے۔ قصہ گھڑتے وقت رپورٹر کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ وہ جو واقعہ گھڑ رہا ہے وقت کے عنصر (Time Factor) کے لحاظ سے وہ قطعاً ناممکن الوقوع ہے اور اس ایک بات سے ہی اس کا بھانڈا پھوٹ جائیگا اور اس کی دروغ گوئی صاف عیاں ہو جائے گی۔

اس میں ایک ویگن کا ذکر کیا گیا ہے جس کا نمبر رپورٹر مذکور نے RIF 1573 ظاہر کیا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق اس نمبر کی کوئی ویگن راولپنڈی میں نہیں ہے۔ راولپنڈی کے رجسٹریشن آفس سے اس امر کی تصدیق کی جا سکتی ہے کہ اس نمبر کے تحت اس آفس میں سرے سے کوئی ویگن رجسٹر ہی نہیں ہوئی۔ جس ویگن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے وہ ہفت روزہ "زندگی" کے رپورٹر کو کیسے نظر آ گئی۔ جھوٹ گھڑتے وقت اسے یہ خیال نہیں آیا کہ یہ نمبر تو رجسٹریشن آفس سے چیک بھی ہو سکتا ہے اور اس طرح اس کے جھوٹ کا پول کھل سکتا ہے۔ سو اس طرح اس کے شر انگیزی پر مبنی جھوٹ کا پردہ چاک ہو گیا۔

ہماری مصدقہ اطلاع کے مطابق "زندگی" کے افتراء پرداز رپورٹر نے ویگن کا جو نمبر درج کیا ہے وہ فی الاصل ایک "یاماہا" موٹر سائیکل کا نمبر ہے۔ رجسٹریشن آفس میں جس کے مالک کا نام مقبول بیگ ولد مرزا رشید بیگ درج کرایا گیا ہے اور جس کے گھر کا پتہ AA 469 شریعت نمبر 7 کرشن پورہ محلہ (راولپنڈی) ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ موٹر سائیکل ۸ جنوری ۱۹۷۸ء کو رجسٹر ہوئی تھی۔ اس کی تصدیق بھی رجسٹریشن آفس سے ہو سکتی ہے۔ رپورٹر نے فرضی ویگن کے لئے کوئی نمبر اپنے دماغ سے گھڑنے کی بجائے عمداً ایک موٹر سائیکل کے نمبر کو ویگن کا نمبر ظاہر کیا ہے تا کہ ویگن کا کھوج لگانے والے کو مغالطہ دیا جا سکے۔ وہ موٹر سائیکل خود اس کے اپنے کسی ساتھی اور جماعت اسلامی کے حمایتی کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ غلط نام اور پتہ پر رجسٹر کرائی گئی ہے۔ رجسٹریشن کراتے وقت جو پتہ درج کیا گیا ہے وہاں مقبول بیگ ولد رشید بیگ نام کا کوئی شخص نہیں رہتا اور جو صاحب اس مکان میں رہائش پذیر ہیں اس نام کے کسی آدمی کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ البتہ اس سے ملتے جلتے نام کے ایک آدمی کو اپنا رشتہ دار بتاتے ہیں جو کہیں اور رہتا ہے۔

پھر حوالہ بالا تحریر میں جس حلیہ کے نوجوان کا ذکر ہے ایسا کوئی نوجوان نہ راولپنڈی کی جماعت میں ہے اور نہ اسلام آباد کی جماعت میں۔ رپورٹر کا یہ کہنا کہ وہ لحیم شحیم اور وسیم نوجوان ہنڈا 175 موٹر سائیکل پر سوار تھا اور اس پر نمبر کی جگہ APPLIED FOR کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی نہایت مذموم کوشش ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعفن دماغ نے یہ سوچا کہ اگر اس نے کوئی نمبر اپنے پاس سے گھڑ کر لکھا تو وہ رجسٹریشن آفس سے چیک بھی ہو سکتا ہے اس لئے APPLIED FOR کے الفاظ لکھ کر اپنی جگہ مطمئن ہو گیا کہ اس کا یہ جھوٹ چل جائے گا۔ لیکن راہ چلتی ویگن کا نمبر گھڑتے وقت وہ یہ بھول گیا کہ یہ نمبر بھی تو رجسٹریشن آفس سے چیک ہو سکتا ہے اور اس طرح اس کی فتنہ انگیزی طشت ازبام ہو سکتی ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے جو جھوٹوں کا دشمن اور سچوں کا دوست ہے اس دروغگو کی آنکھوں پر پردہ ڈال کر اس کی پردہ دری کا سامان کر دیا۔ اس ضمن میں ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ راولپنڈی اور اسلام آباد میں کوئی احمدی ایسا نہیں ہے جس کے پاس ہنڈا 175 موٹر سائیکل ہو اور جس پر نمبر کی جگہ APPLIED FOR لکھا ہوا ہو۔

بہرحال رپورٹر مذکور کی اس افتراء سے دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ یہ ساری کہانی اس کے اپنے دماغ کی اختراع ہے۔ جن دو ورقوں کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ وہ اسے سڑک پر بکھرے ہوئے ملے وہ کہانی بنانے کی غرض سے اس نے اپنے کسی ساتھی یا جماعت اسلامی کے حامی سے لکھوائے ہیں اور سر تا پا جھوٹ پر مبنی ہیں۔ ان میں رتی بھر بھی صداقت نہیں ہے۔ ہم جماعت اسلامی کے حامی رسالے ہفت روزہ "زندگی" کی اس افترا پردازی اور شر انگیزی کی پر زور مذمت کرتے ہیں۔ جن لوگوں کے نزدیک از روئے شریعت جھوٹ بولنا نہ صرف جائز بلکہ بعض حالات میں واجب ہو جاتا ہے اور جنہوں نے دروغ گوئی کے جواز کے فتوے دے رکھے ہوں وہ خوف خدا سے عاری اور عقوبت رب عباد سے بے نیاز ہو کر کیوں نہ جھوٹ بولیں اور اس جھوٹ کی آڑ میں کیوں نہ فتنہ انگیزی کریں۔

عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک مانگے کی طفیلی عقل والے صاحب نے خود اپنے ہی کارخانہ میں گھڑے ہوئے اس جھوٹ کو مزید اچھالنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ چنانچہ اس جھوٹ کو بنیاد بنا کر انہوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک بیان دے ڈالا۔ شاید انہیں فکر ہوئی کہ اس دروغگوئی اور فتنہ انگیزی کا سارا کریڈٹ "زندگی" کا رپورٹر ہی نہ لے جائے اور وہ منہ تکتے رہ جائیں۔

الغرض ہفت روزہ "زندگی" کا افتراء اور مانگے کی طفیلی عقل والے صاحب کا بیان دونوں انتہائی طور پر قابل مذمت ہیں۔ ہم ان دونوں کی پر زور مذمت کرتے ہیں اور ان افتراء پرداز سازشیوں سے کہتے ہیں کہ وہ اس خدائی وعید کو فراموش نہ کریں۔ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴